AL-HAYAT RESEARCH JOURNAL
Category Y
AL-HAYAT Research Journal
Jlali Research Institute of Social Science, Lahore
ISSN (Online): 3006-4767
ISSN (Print):: 3006-4759
Volume 2 Issue 3 (April-June 2025)

علامہ کاسانیؒ کے اصولی و فقہی استدلال کا مطالعہ: بدائع الصنائع کی کتاب القسمۃ اور کتاب الحدود کے تناظر میں

A Study of al-Kāsānī's Legal and Juristic Reasoning: In the Context of Kitāb al-Qismah and Kitāb al-Ḥudūd from Badā'iʿ al-Ṣanā'iʿ

Muhammad Fawad
PhD Scholar Department of Islamic Studies, Qurtuba University of Science & IT Peshawar, fawadmohammad88@gmail.com

Prof. Dr. Nisar Muhammad
Supervisor, Prof. at Department of Islamic studies, Qurtaba University of Science and Information Technology Peshawar Campus, nisaricp@gmail.com

Abstract

This article examines the methodological framework of Imām ʿAlāʾ al-Dīn al-Kāsānī (d. 587 AH) in deriving legal rulings through jurisprudential principles (uṣūl) and legal maxims (qawāʿid fiqhiyyah), with a particular focus on his magnum opus, Badā' iʿ al-Ṣanā' iʿ fī Tartīb al-Sharā' iʿ. Through a critical analysis of the chapters on Kitāb al-Qismah (division of property) and Kitāb al-Ḥudūd (criminal penalties), this study unveils al-Kāsānī' s distinctive integrative methodology, in which he harmonizes foundational legal principles with applied rulings (furūʿ). The research highlights his adept use of legal maxims—such as "Ḥurmat al-ribā lā taḥtamil al-irtafāʿ bi al-riḍā"—and his consistent reliance on textual (naṣṣī), rational (ʿaqlī), and linguistic (luġawī) evidences to substantiate his legal conclusions. Beyond demonstrating his analytical rigor, the article underscores al-Kāsānī' s contribution to the evolution of Ḥanafī legal theory by portraying Badā' iʿ al-Ṣanā' iʿ not merely as a compilation of legal opinions, but as a systematic exposition of juristic reasoning and methodology. The study concludes that al-Kāsānī' s balanced approach—rooted in both classical tradition and methodical legal reasoning—offers valuable insights for contemporary Islamic legal scholarship and reinforces his enduring relevance in the field of fiqh and uṣūl al-fiqh.

Keywords: al-Kāsānī, Badā' iʿ al-Ṣanā' iʿ, juristic methodology, legal maxims, Islamic legal theory

تمہید

علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانیؒ کی عظیم فقہی تصنیف *بدائع الصنائع* محض ایک فقہی ذخیرہ نہیں، بلکہ اصول اور فروع کے باہمی ربط، فکری نظم، اور علمی ترتیب کا ایک زندہ اور درخشندہ نمونہ ہے۔ اس کتاب میں علامہ کاسانیؒ نے فقہی مسائل کی توضیح و تشریح کے دوران جس مہارت اور گہرائی کے ساتھ فقہی اصول و قواعد کو بروئے کار لایا ہے، وہ نہایت قابلِ تقلید اور فقہ اسلامی کی علمی روایت میں ایک نمایاں سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ علامہؒ کا یہ منفرد منہج کہ وہ فقہی جزئیات کو اصولی بنیادوں پر منظم انداز میں پیش کرتے ہیں، نہ صرف ہر مسئلے کی نقلی و عقلی بنیاد کو اجاگر کرتا ہے بلکہ فقہی تفصیلات کو ایک مربوط اور قابلِ فہم شکل میں سامنے لاتا ہے۔ یہی اصولی ربط و تسلسل *بدائع الصنائع* کو محض فتاویٰ کی روایت سے بلند کر کے ایک باقاعدہ فقہی مکتبِ فکر کا علمی مظہر بنا دیتا ہے، جس پر آج تک فقہی و اصولی حلقے اعتماد کرتے چلے آرہے ہیں۔ علامہ کاسانیؒ کی اس تصنیف کی اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ انہوں نے محض روایتی نقل پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ ہر مسئلے کے پیچھے اصولی تفکر، قواعدی استنباط، اور استدلالی استحکام کو بنیادی اہمیت دی۔ ان کے ہاں اصول و قواعد محض تزیینی علمی حیثیت نہیں رکھتے، بلکہ وہ فقہی استدلال کا محور و مرکز ہیں، جو ان کی علمی بصیرت، اصولی گرفت اور فقہی مہارت کی واضح دلیل ہیں۔

اسی بنیاد پر *بدائع الصنائع* کا صحیح اور گہرا فہم اُس وقت حاصل ہو سکتا ہے جب اس کے اصولی منہج، فکری ساخت، اور استدلالی اسلوب کو مکمل طور پر پیش نظر رکھا جائے۔ انہی علمی تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اس مقالے میں *بدائع الصنائع* کے دو اہم ابواب: *کتاب القسمۃ* (تقسیمِ اموال) اور *کتاب الحدود* (حدود و سزائیں) کو تحقیقی و تجزیاتی مطالعے کا مرکز بنایا گیا ہے۔ اس مطالعے میں ان ابواب میں وارد فقہی قواعد و اُصولوں کی تخریج، علمی تحقیق، اور ان کی عملی تطبیقات کو یکجا کرتے ہوئے ان پر گہرے تجزیاتی انداز میں غور و فکر کیا گیا ہے۔ اس عمل کے ذریعے فقہی اصول و قواعد

OPEN ACCESS
CC BY

کے انطباقی پہلو کو اجاگر کیا گیا ہے، جس سے فقہ اسلامی کے اصولی ڈھانچے کی افادیت مزید روشن ہو کر سامنے آتی ہے۔ آئندہ سطور میں، نہ صرف علامہ کاسانیؒ اور ان کی اس علمی تصنیف کا مختصر تعارف پیش کیا جائے گا، بلکہ "اصل"، "قاعدہ" اور "ضابطہ" جیسے بنیادی فقہی تصورات کی توضیح و تشریح کے ساتھ ساتھ، فقہی اصول و قواعد سے استدلال میں علامہ کاسانیؒ کے منہج اور اسلوب کو بھی مفصل انداز میں بیان کیا جائے گا، تاکہ قارئین کے سامنے اس تحقیق کے فکری و عملی ثمرات پوری طرح واضح ہو سکیں۔

علامہ کاسانیؒ–ایک زندہ و جاوید علمی شخصیت

دنیا کی ظاہری چمک دمک، اس کی فریب کار آسائشیں، اور اس میں پنہاں عارضی خوشیاں، سب کی سب فنا کی طرف رواں دواں ہیں۔ یہ کائنات اپنی تمام تر وسعتوں، رنگینیوں اور تحیر خیز نظم و ضبط کے باوجود فانی ہے۔ یہاں کا ہر ذی روح ایک مقررہ وقت کے لیے آتا ہے، اپنے حصے کی سانسیں لیتا ہے، چند مناظر دیکھتا ہے، اور پھر عدم کی آغوش میں اتر جاتا ہے۔ وقت کی بے رحم موجیں اس کے وجود کو مٹا دیتی ہیں، اور رفتہ رفتہ اس کی یاد بھی انسانی حافظے سے محو ہونے لگتی ہے۔ مگر تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ بعض ہستیاں ایسی بھی ہوتی ہیں، جن کا وجود مٹی میں دفن ہونے کے باوجود ان کی فکر، علم اور کردار کے باعث زندہ رہتا ہے۔ ان کا نام وقت کی گرد میں گم نہیں ہوتا بلکہ آنے والی نسلوں کے لیے چراغِ راہ بن جاتا ہے۔ ان کی تحریریں، ان کے افکار، اور ان کی علمی خدمات زمانے کی گردشوں کے باوجود زندہ و تابندہ رہتی ہیں۔

انہی درخشندہ اور پائندہ شخصیات میں ایک تابناک نام علامہ علاء الدین ابو بکر بن مسعود الکاسانیؒ کا ہے، جنہوں نے چھٹی صدی ہجری میں علومِ اسلامیہ، بالخصوص فقہِ حنفی میں وہ علمی کارنامے سرانجام دیے جن کی گونج آج نو صدیوں کے فاصلے پر بھی سنائی دیتی ہے۔ ان کی علمی و اجتہادی عظمت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ ان کی تصنیف *بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع* نہ صرف ان کے زمانے میں علمی حلقوں کی توجہ کا مرکز بنی، بلکہ آج تک دینی مدارس، جامعات اور فقہی مراکز میں اس کا مطالعہ تحقیقی ذوق کے ساتھ جاری ہے۔ ان کی علمی میراث، محض ان کی شخصیت تک محدود نہیں رہی بلکہ اس نے قرن ہا قرن اہلِ علم کی فکری تشکیل اور فقہی تربیت میں مرکزی کردار ادا کیا۔ علامہ کاسانیؒ کا اسم گرامی ابو بکر تھا، جو کہ بلاشبہ خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کرتا ہے، جن کے زہد، اخلاص، حکمت اور قیادت کی جھلک اس انتخابِ اسم میں جھلکتی ہے۔ آپ کے والد کا نام مسعود اور دادا کا نام احمد تھا۔ علمی دنیا میں آپ علاء الدین اور ملک العلماء جیسے معزز و بلند پایہ القاب سے معروف ہوئے۔ چونکہ آپ کا تعلق ماوراء النہر کے ایک علمی اور متمدن علاقے کاسان سے تھا، اس نسبت سے آپ کو "کاسانی" کہا جاتا ہے۔ اس نسبت سے آپ کا مکمل نام یوں بنتا ہے" :ملک العلماء علاء الدین ابو بکر بن مسعود بن احمد الکاسانی"[1]۔

کاسان کا علاقہ دریائے سیحون کے کنارے، شہر شاش (تاشقند) کے قریب واقع تھا، جو علمی و ثقافتی اعتبار سے ایک فعال اور زندہ خطہ سمجھا جاتا تھا۔ مختلف کتبِ تراجم اور جغرافیہ میں "کاسان" کا تلفظ بعض اوقات "کاشان" یا" قاشان" کے طور پر بھی منقول ہے، جس کے نتیجے میں نسبت "کاشانی" یا" قاشانی" بھی استعمال ہوئی ہے۔ اس تنوعِ تلفظ سے اس زمانے کی لسانی روایات اور مقامی لہجوں کی جھلک بھی ملتی ہے۔ ماوراء النہر کا یہ خطہ قرونِ وسطیٰ کے دور میں علم و ادب، فقہ و حدیث، اور دیگر اسلامی علوم کا مرکز رہا ہے، اور کاسان کی علمی حیثیت بھی اسی تناظر میں واضح ہوتی ہے[2]۔

علامہ کاسانیؒ کے خاندانی پس منظر کے بارے میں اگرچہ زیادہ تفصیلات مؤرخین نے محفوظ نہیں کیں، تاہم بعض مصادر مثلاً *بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب* میں آپ کے نام کے ساتھ "امیر کاسان "کا لقب بھی منقول ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کا خاندان اپنے علاقے میں نہ صرف علمی اعتبار سے، بلکہ سماجی اور ممکنہ طور پر سیاسی اثر و رسوخ کے اعتبار سے بھی ایک ممتاز حیثیت کا حامل تھا۔ "امیر "کا لقب عام طور پر ان ہی افراد یا خاندانوں کے لیے استعمال کیا جاتا تھا، جنہیں اپنے حلقے میں قیادت، اثر پذیری اور ذمہ داری حاصل ہوتی[3]۔ جہاں تک آپ کی پیدائش اور ابتدائی زندگی کا تعلق ہے، تو مؤرخین اور سوانح نگاروں نے اس حوالے سے ہمیں صراحت کے ساتھ کوئی سن پیدائش یا عہدِ طفولیت کے حالات نہیں دیے۔ نہ ہی اس دور کی ایسی روایات ملتی ہیں جن سے آپ کی تعلیم کے ابتدائی مراحل یا اس زمانے کے اساتذہ کی تفصیلات مکمل طور پر واضح ہوں۔

علامہ کاسانیؒ کی شخصیت صرف ایک فقیہ کی نہیں، بلکہ ایک مفسر، اصولی، متکلم، اور محدث کی حیثیت سے بھی ممتاز نظر آتی ہے۔ ان کی علمی رفعت، فقہی مہارت، اور اجتہادی رسوخ اس بات کے متقاضی ہیں کہ ان پر مستقل تحقیقی کام کیا جائے، اور ان کی علمی خدمات کو جدید تحقیقی زاویوں سے سمجھا جائے۔ ان کی تحریر میں جس تدبر، ترتیب اور اصولی استقامت کا مشاہدہ ہوتا ہے، وہ فقہ حنفی کے علمی مزاج کو نہ صرف واضح کرتا ہے بلکہ ایک نئی نسل کے فکری تشکیلی عمل میں بھی مددگار ثابت ہوتا ہے[4]۔ بلاشبہ علامہ کاسانیؒ ان گنے چنے فقہاء میں سے ہیں جنہوں نے محض تقلیدی فقہ پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ اجتہاد، استنباط، تعلیل، تقابل اور تنقیح کو اپنا شعار بنایا۔ ان کا علمی مقام صرف ان کی کتابوں میں محفوظ نہیں، بلکہ ان کی فکر، طرزِ استدلال، اور منہجِ تحقیق آج بھی علومِ اسلامیہ کے طلباء اور محققین کے لیے ایک روشن چراغ کی حیثیت رکھتا ہے، جو صدیوں کے فاصلے پر بھی اپنی روشنی بکھیر رہا ہے

بدائع الصنائع–ایک تعارفی جائزہ

"بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع" علامہ علاء الدین ابو بکر بن مسعود کاسانیؒ (متوفی 587ھ) کی نہایت گراں قدر اور عظیم فقہی تصنیف ہے، جو فقہ حنفی کے فکری سرمائے میں ایک نمایاں اور ممتاز مقام رکھتی ہے۔ اس کتاب کو فقہِ اسلامی کے منہجِ استدلال، اصولی گہرائی، فروعات کی تفصیل اور استنباطی بصیرت کے لحاظ سے جو امتیاز حاصل ہے، وہ بہت کم فقہی کتب کو نصیب ہوا ہے۔ علامہ کاسانیؒ نے اس کتاب میں محض فقہی مسائل کو جمع نہیں کیا، بلکہ ان مسائل کی بنیاد میں کارفرما اصول، ان کے دلائل، اور ان پر وارد اشکالات و جوابات کو بھی نہایت باریک بینی اور علمی

OPEN ACCESS

توازن کے ساتھ پیش کیا ہے، جو اس کتاب کو محض فقہ کی درسی کتاب کے درجے سے نکال کر ایک اجتہادی مکتبِ فکر کی حیثیت عطا کرتا ہے۔ علامہ کاسانیؒ نہایت وسیع المطالعہ، دقیق الفہم، اور عمیق النظر فقیہ تھے۔ آپ نے اس کتاب کو اپنے استاذ، امام فخر الدین قاضی خراسانیؒ کی مشہور کتاب "تحفۃ الفقہاء" کی شرح و توضیح اور تکمیل کے طور پر تصنیف کیا، مگر اس میں جو علمی وسعت، فقہی نکتہ آفرینی، اور ترتیب و تہذیب کا کمال نظر آتا ہے، وہ "تحفہ" سے کہیں بڑھ کر ہے۔ روایت ہے کہ علامہ کاسانیؒ نے یہ کتاب اپنی استاذہ و منکوحہ کو بطور مہر پیش کی، جو نہ صرف ایک نادر علمی واقعہ ہے بلکہ اس سے مصنف کے فقہی ذوق، علمی جلالت اور اس کتاب سے ان کی قلبی وابستگی کا اندازہ بھی بخوبی ہوتا ہے[5]۔

اس کتاب کی نمایاں خصوصیات میں ایک اس کی نہایت منظم اور حکیمانہ ترتیب ہے۔ علامہ کاسانیؒ نے تمام فقہی ابواب کو منطقی ربط اور اصولی ترتیب کے ساتھ منضبط کیا ہے۔ ہر باب کو مقدمات، مسائل، دلائل، اقوالِ ائمہ، ترجیحات، اعتراضات اور جوابات جیسے مراحل سے گزار کر پیش کیا ہے۔ اس کا اسلوب نہایت دقیق، استدلالی اور مدلل ہے، جو قاری کو محض فروعی تفصیلات سے آگے بڑھا کر فقہی اصولوں اور استنباطی مناہج کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ علامہ کاسانیؒ کا امتیازی وصف یہ ہے کہ انہوں نے ہر مسئلے کی بنیاد قرآن مجید، سنتِ نبویہ، اجماعِ امت اور قیاسِ صحیح پر رکھی ہے، اور جہاں کسی مسئلے میں ائمہ کرام کے درمیان اختلاف ہے، وہاں نہایت علمی دیانت، توسع اور تحقیقی گہرائی کے ساتھ مذاہبِ اربعہ کا موازنہ کیا ہے۔ وہ محض حنفی فقہ کے ترجمان نہیں، بلکہ تقابلی فقہ کے ایک جلیل القدر محقق بھی نظر آتے ہیں۔ دیگر فقہی مکاتبِ فکر، جیسے شافعیہ، مالکیہ اور حنبلیہ کے دلائل کا تذکرہ اور ان پر علمی نقد کا اسلوب، کتاب کی اجتہادی نوعیت اور علمی وسعت پر شاہد ہے[6]۔

اس کتاب کی ایک اور اہم جہت اس میں موجود اصولی مباحث ہیں۔ اگرچہ کتاب بنیادی طور پر فروعی مسائل پر مشتمل ہے، تاہم علامہ کاسانیؒ نے اصولِ فقہ، قواعدِ کلیہ، علت و حکمت، مناطِ حکم، انواعِ دلیل، تعلیل و ترجیح، اور تخصیص و تعارض جیسے اہم اصولی مباحث کو بھی اپنی مخصوص فقہی بصیرت کے ساتھ شاملِ بحث کیا ہے، جو اس کتاب کو اصول و فروع کا حسین امتزاج بناتا ہے۔ بہت سے مقامات پر اصولی قاعدے بیان کر کے ان کی تطبیق فروعی مسائل پر اس طرح کی ہے کہ فقہ و اصول کے باہمی ربط کی اعلیٰ مثال قائم ہوتی ہے[7]۔

"بدائع الصنائع" نہ صرف درسی سطح پر اہم ہے بلکہ تحقیق و افتاء کے میدان میں بھی اسے مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ فقہ حنفی کے دارالافتاء اس پر اعتماد کرتے ہیں اور جدید فقہی مسائل پر اجتہادی کام کرنے والے محققین کے لیے یہ کتاب رہنمائی کا ایک قابلِ اعتماد سرچشمہ ہے۔ کئی علمی ادارے اس کی تدریس کراتے ہیں، اور اسے فقہ اسلامی کے نصاب میں کلیدی مقام حاصل ہے۔ اس پر علمی دنیا میں متعدد تحقیقات، مقالات، شروحات اور تدوینی کام بھی ہو چکے ہیں، جو اس کی علمی و عملی اہمیت کا واضح ثبوت ہیں۔ یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ "بدائع الصنائع" اسلامی فقہ کی ان جامع، متوازن اور بلند پایہ تصنیفات میں سے ہے جو زمان و مکان کی قیود سے بلند ہو کر ہر دور کے فقہی، اصولی اور علمی ذہن کو سیراب کرتی ہے۔ یہ کتاب آج بھی دینی مدارس، جامعات اور فقہی مراکز میں نہایت ذوق و شوق سے پڑھی، سمجھی اور پڑھائی جاتی ہے، اور فقہ اسلامی کی علمی روایت میں ایک مستند و مضبوط ستون کی حیثیت رکھتی ہے۔

اصل، قاعدہ اور ضابطہ – تعارفی جائزہ

1- "اصل" – ایک مفہومی و اصطلاحی جائزہ:

فقہ اسلامی اور علم اصول فقہ میں "اصل" کا تصور نہایت اہمیت کا حامل ہے، کیونکہ اسی اصطلاح کی بنیاد پر کئی قواعد و احکام کا استنباط کیا جاتا ہے۔ اہل لغت و فقہاء کی نگاہ میں یہ لفظ مختلف مفاہیم کا حامل ہے، جن کی تشریح درج ذیل نکات کی صورت میں کی جاتی ہے:

لغوی مفہوم:

لفظ "اصل" ہمزہ، صاد اور لام کے ثلاثی مادے سے مشتق ہے، اور اس کی لغوی دلالت کثیر المعانی ہے۔ امام ابن فارسؒ نے اپنی معرکۃ الآرا تالیف "مقاییس اللغۃ" میں اس لفظ کے تین بنیادی معانی متعین کیے ہیں: 1۔ کسی چیز کی بنیاد یا جڑ، 2۔ سانپ، 3۔ دن ڈھلنے کے بعد کا وقت یعنی شام[8]۔

اسی طرز پر امام ابن منظورؒ نے "لسان العرب" میں اس کی جامع توضیح پیش کی ہے، جہاں "اصل" کو کسی شے کے نچلے حصے، "اصیل" کو شام کے وقت، اور "اصلہ" کو ایک مخصوص قسم کے خطرناک سانپ کے لیے مستعمل قرار دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ "اصل" اپنی لغوی وسعت کے لحاظ سے جسمانی، زمانی اور معنوی ابعاد کا احاطہ کرتا ہے[9]۔

اصطلاحی مفہوم:

فقہاء کرامؒ نے "اصل" کو مختلف اصطلاحی سیاق و سباق میں متعدد معانی میں استعمال کیا ہے، جن میں درج ذیل مفاہیم نمایاں ہیں:

قاعدہ کلیہ:

شریعت کے عمومی اصول کی حیثیت سے، جیسے فقہاء کا قول "أكل الميتة على خلاف الأصل" یعنی مردار کھانا شریعت کے عمومی ضابطے کے خلاف ہے۔

دلیل:

CC BY

اکثر فقہی کتب میں "اصل" دلیل کے معنی میں آتا ہے، جیسے: "أصل هذه المسألة الكتاب والسنة"۔

مقیس علیہ:

بابِ قیاس میں "اصل" اس شے کو کہا جاتا ہے جس پر قیاس کیا جائے، یعنی مقیس علیہ۔

راجح:

جہاں دو ممکنہ مفاہیم میں ایک کو ترجیح دی جاتی ہو، وہاں راجح مفہوم کو "اصل" کہا جاتا ہے۔

استصحاب حال:

سابقہ حالت کو برقرار رکھنے کے اصول کے طور پر، مثلاً: "الأصل في المياه الطهارة"۔

2-"قاعدہ" – مفہوم، تعریفات اور تجزیہ:

لغوی معنی:

"قاعدہ" لفظ "قعد" سے مشتق ہے، جو کہ جلوس یا بیٹھنے کے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ امام ابن فارسؒ کے مطابق یہ مادہ اپنی اصل میں استقرار اور ثبات پر دلالت کرتا ہے، جس سے "قاعدہ" کے مفہوم میں استحکام اور پائیداری کا تصور مستفاد ہوتا ہے۔

مختلف لغوی استعمالات:

بنیاد: جیسا کہ قرآن کریم کی آیت ﴿وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ﴾[10] میں آیا۔

نچلا حصہ: ہودج کی بنیاد میں استعمال۔

عمر رسیدہ عورت: جیسا کہ آیت ﴿وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ﴾[11] میں مذکور ہے۔

فقہی و اصولی تعریفات:

قاعدہ کے معنی اور مفہوم کی تعیین میں اہل علم کی تعبیرات مختلف ہیں۔

علامہ سبکیؒ فرماتے ہیں کہ "قاعدہ ایک ایسا کلی امر ہے جو متعدد جزئیات پر منطبق ہوتا ہے، خواہ بعض جزئیات مستثنیٰ ہوں"[12]

علامہ سید شریف جرجانیؒ بھی فرماتے ہیں کہ "قاعدہ وہ قضیہ کلیہ ہے جو تمام متعلقہ جزئیات پر لاگو ہوتا ہے"[13]

علامہ تفتازانیؒ لکھتے ہیں کہ "قاعدہ ایک ایسا کلی حکم ہے جس کی روشنی میں جزئیات کا حکم معلوم کیا جاتا ہے"[14]

ان کے مطابق فقہاء کے نزدیک قاعدہ "حکم اکثری" ہوتا ہے، نہ کہ "حکم کلی"، اور یہ اپنے اکثر جزئیات پر منطبق ہوتا ہے، لیکن اس میں مستثنیات کی گنجائش بھی ہوتی ہے۔

ان کے علاوہ علامہ حمویؒ نے یہ تعریف لکھی ہے کہ "فقہاء کے ہاں قاعدہ حکم اکثری ہوتا ہے، حکم کلی نہیں ہوتا، جو اپنے اکثر جزئیات پر منطبق آتا ہے، تاکہ اُس حکم کلی کی روشنی میں اُن جزئیات کے احکام معلوم ہو سکے"[15]

راجح تعبیر:

فقہی قواعد میں استثناء کی کثرت کے پیش نظر علامہ حمویؒ کی رائے زیادہ قرینِ قیاس معلوم ہوتی ہے۔ فقہی قاعدہ عمومی اصول ضرور ہوتا ہے، لیکن اس میں استثناءات کی موجودگی حقیقت کا ناگزیر حصہ ہے۔

CC BY

3-"ضابطہ "–لغوی و فقہی تحلیل:

لغوی مفہوم:

"ضابطہ "لفظ "ضبط" سے ماخوذ ہے، جس کے معانی میں لازم ہونا، حفاظت، اور کسی چیز کو مضبوطی سے باندھنا شامل ہے۔ امام ابن منظورؒ کے مطابق ضبط کسی شے کو عقل و فہم کے ساتھ محکم طریقے سے قابو میں رکھنے کو کہا جاتا ہے۔

اصطلاحی مفہوم:

ضابطہ کی فقہی اصطلاح کے بارے میں دو آراء پائی جاتی ہیں:

مترادف قاعدہ: بعض فقہاء (جیسے ابن ہمامؒ) نے "ضابطہ" کو قاعدہ کا مترادف قرار دیا ہے، جس میں دونوں کے مابین کوئی مفہومی فرق نہیں رکھا گیا۔

مفہومی امتیاز: دیگر فقہاء (مثلاً ابن نجیمؒ، سبکیؒ) نے "قاعدہ" اور "ضابطہ" میں فرق کیا ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ قاعدہ مختلف فقہی ابواب پر منطبق ہوتا ہے، جبکہ ضابطہ کسی ایک فقہی باب کے فروع کو منظم کرتا ہے۔

راجح قول:

تحقیقی طور پر دوسری رائے زیادہ معتبر معلوم ہوتی ہے، کیونکہ اصطلاحی تفرق علم کی تفہیم میں مددگار ہوتا ہے اور ہر اصطلاح کو اپنے محل میں مخصوص مفہوم دینا زیادہ دقیق اور نافع طرزِ استنباط ہے۔

اختتامی تجزیہ:

مذکورہ بالا تحلیل سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ فقہی و اصولی اصطلاحات میں "اصل"، "قاعدہ" اور "ضابطہ" کا مفہومی نظام نہ صرف لغوی تنوع کا حامل ہے بلکہ ان کے اصطلاحی استعمالات میں بھی دقتِ فہم اور ادق مراتب پائے جاتے ہیں۔ ان مفاہیم کی تحقیقی ترتیب، علمی ابحاث میں پختگی اور فقہ اسلامی کی دقیق تعبیر میں معاون ثابت ہوتی ہے

فقہی اُصول و قواعد سے اسلوب استدلال میں علامہ کاسانیؒ کے منہج کے نمایاں خدوخال

علامہ کاسانیؒ اپنی کتاب "بدائع الصنائع" میں مسائل کی تشریح وتوضیح میں فقہی اُصول و قواعد سے کثرت سے استدلال کرتے ہیں، ان کی کتاب میں فقہی جزئیات باہم مربوط اور منظم نظر آتی ہیں، یہ اسلوب نہ صرف مسئلہ کی تشریح اور استدلال میں معاون ثابت ہوتا ہے، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ مسائل کو یاد رکھنے میں بھی معاونت فراہم کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپؒ کی یہ کتاب اپنے حسن ترتیب کی وجہ سے علمی حلقوں میں مسلسل مقبول چلی آرہی ہے۔

ذیل میں چند نکات کی صورت میں فقہی اُصول و قواعد سے استدلال کے حوالے سے علامہ کاسانیؒ کے منہج کے خدوخال نمایاں کرنے کی کوشش کی جائے گی:

الف–فقہی اُصول و قاعدہ کا محل وقوع:

عام طریقہ یہی ہے کہ پہلے مسئلے کی صورت بیان کرتے ہیں اور پھر اس مسئلے کی دلائل بیان کرتے ہوئے فقہی اصول اور قاعدہ کو بھی بطور دلیل پیش کرتا ہے، اس پر کئی مثالیں دی جاسکتی ہیں، البتہ ذیل میں صرف اس کی صرف ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔ تقسیم کے باب میں فقہائے کرامؒ نے اس مسئلے کی وضاحت فرمائی ہیں کہ جو چیز تقسیم ہو رہی ہے وہ اموال ربویہ میں سے ہو تو اس صورت میں تقسیم میں مساوات اور برابری کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، کمی بیشی کے ساتھ یا صرف اندازہ سے تقسیم کی گنجائش نہیں ہے، اگرچہ فریقین کمی بیشی یا اندازے سے تقسیم پر راضی ہو جائے تب بھی اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی، اس باب میں فقہی اُصول یہ ذکر کی جاتی ہے کہ "حرمة الربا لا تحتمل الارتفاع بالرضا"، چنانچہ کھیتی کی تقسیم سے متعلق ایک جزئیہ ذکر کرنے کے بعد علامہ کاسانیؒ نے دلیل کے طور پر اسی فقہی اصول کا حوالہ دیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں کہ

"وعلى هذا زرع بين رجلين في أرض مملوكة لهما؛ طلب أحدهما قسمة الزرع دون الأرض، فإن كان الزرع قد بلغ وسنبل لا يقسم؛ لما ذكرنا من قبل، ولو طلبا جميعا لا يقسم أيضا؛ لأن المانع هو الربا وحرمة الربا لا تحتمل الارتفاع بالرضا"[16]

"اسی بنیاد پر، اگر دو افراد نے اپنی مشترکہ ملکیت والی زمین میں کھیتی کی، اور ان میں سے ایک نے زمین کو تقسیم کیے بغیر فصل کی تقسیم کا مطالبہ کیا، تو اگر فصل پک چکی ہو اور اس میں خوشے نکل آئے ہوں، تو تقسیم جائز نہیں؛ جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا۔ اور اگر دونوں تقسیم پر راضی ہوں، تب بھی تقسیم جائز نہیں؛ کیونکہ ممانعت کی وجہ سود (ربا) ہے، اور سود کی حرمت رضامندی سے ختم نہیں ہو سکتی "

CC BY

البتہ بسا اوقات ایک فقہی اُصول ذکر کرنے کے بعد اس کی تطبیقی صورتیں بطور تفریع اور مثال کے ذکر فرماتے ہیں، مثالیں بیان کرتے ہوئے عام طور پر "وکذا" کے لفظ سے فقہی اُصول کی طرف اشارہ کرتے ہیں، جیسا کہ تقسیم کے باب میں ایک فقہی اُصول" كل من له ولاية البيع فله ولاية القسمة، ومن لا فلا" ذکر کرنے کے بعد اس قاعدہ کی مزید مثالیں دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"وكذا القاضي له ولاية بيع مال الصغير والكبير في الجملة، فكان له ولاية القسمة في الجملة"[17]

ب-فقہی اُصول وقاعدہ کا آغاز:

عام طور پر لام تعلیلیہ ذکر کرنے کے بعد فقہی قاعدہ اور اصول کا حوالہ دیتے ہیں، چنانچہ تقسیم کے باب میں ایک فقہی اُصول اور قاعدہ "التفاوت القليل ملحق بالعدم" کا حوالہ دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ

"لأن التفاوت بين صغير البيض والجوز وكبيرهما متقارب ملحق بالعدم عرفا وعادة وشرعا"[18]

"کیونکہ چھوٹے اور بڑے انڈوں اور اخروٹ کے درمیان فرق عرف، عادت اور شرعی طور پر نہ ہونے کے برابر سمجھا جاتا ہے "

بسا اوقات دلیل بیان کرتے ہوئے منطقی انداز میں پہلے صغری ذکر کرتے ہیں اور پھر فقہی اُصول کو کبریٰ کے طور پر رکھ کر نتیجہ اخذ کرتا ہے، جیسا کہ فقہی اُصول "حرمة الربا لا تحتمل الارتفاع بالرضا" کا حوالہ دیتے ہوئے پہلے صغری کے طور پر یہ ذکر کیا کہ اس مسئلہ میں مانع ربا ہے اور ربا کی حرمت کسی بھی صورت ختم نہیں ہوسکتی، اس لیے اس کی جواز کی بھی کوئی صورت نہیں نکل سکتی، چنانچہ لکھتے ہیں کہ

"وعلى هذا زرع بين رجلين في أرض مملوكة لهما؛ طلب أحدهما قسمة الزرع دون الأرض، فإن كان الزرع قد بلغ وسنبل لا يقسم؛ لما ذكرنا من قبل، ولو طلبا جميعا لا يقسم أيضا؛ لأن المانع هو الربا وحرمة الربا لا تحتمل الارتفاع بالرضا"[19]

" اسی بنیاد پر، اگر دو افراد نے اپنی مشترکہ ملکیت والی زمین میں کھیتی کی، اور ان میں سے ایک نے زمین کو تقسیم کیے بغیر فصل کی تقسیم کا مطالبہ کیا، تو اگر فصل پک چکی ہو اور اس میں خوشے نکل آئے ہوں، تو تقسیم جائز نہیں؛ جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا۔ اور اگر دونوں تقسیم پر راضی ہوں، تب بھی تقسیم جائز نہیں؛ کیونکہ ممانعت کی وجہ سود (ربا) ہے، اور سود کی حرمت رضامندی سے ختم نہیں ہو سکتی "

البتہ بعض جگہوں پر "الأصل" کے عنوان سے بھی فقہی اُصول اور قاعدہ کا حوالہ دیتے ہیں، چنانچہ تقسیم کے باب میں ایک فقہی اُصول" كل من له ولاية البيع فله ولاية القسمة، ومن لا فلا" کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"فيقسم الأب ووصيه، والجد ووصيه، على الصغير والمعتوه، من غير طلب أحد، والأصل فيه أن كل من له ولاية البيع فله ولاية القسمة، ومن لا فلا، وهؤلاء ولاية البيع فكانت لهم ولاية القسمة"[20]

" باپ اور اس کے وصی، دادا اور اس کے وصی کو نابالغ اور ناسمجھ (پاگل) کی جائیداد کو تقسیم کرنے کا اختیار حاصل ہے، خواہ کسی کی درخواست کے بغیر ہی ہو۔ اس کا اصل اصول یہ ہے کہ جس کو فروخت کا اختیار حاصل ہو، اسے تقسیم کا بھی اختیار حاصل ہوتا ہے، اور جس کو یہ اختیار نہ ہو، اسے تقسیم کا بھی اختیار نہیں ہوگا۔ چونکہ ان افراد کو فروخت کا اختیار حاصل ہے، لہٰذا انہیں تقسیم کا بھی اختیار حاصل ہے "

ج-فقہی اُصول وقواعد کے ماٰخذ ودلائل:

عام طور پر فقہی قاعدہ کے حوالہ پر اکتفاء کرتے ہیں، کیونکہ فقہی اُصول اور قواعد کے ماٰخذ اور دلائل واضح ہوتے ہیں،

البتہ بسا اوقات فقہی اُصول بیان کرنے کے بعد اس فقہی اُصول اور قاعدہ کی دلیل بھی بیان کرتے ہیں، یہ فقہی دلیل آیت قرآنی، حدیث یا پھر عقلی دلیل ہوسکتی ہے، جیسا کہ محدود فی القذف کی گواہی قبول نہ ہونے کے بارے میں مشہور فقہی اُصول "المحدود في القذف لا شهادة له" کی دلیل بیان کرتے متعلق لکھتے ہیں کہ

"ولنا قوله تعالى جل وعلا **{والذين يرمون المحصنات}**[21]"الآية" نهى سبحانه وتعالى عن قبول شهادة الرامي على التأبيد، فيتناول زمان ما بعد التوبة، وبه تبين أن المحدود في القذف مخصوص من عمومات الشهادة عملا بالنصوص كلها صيانة لها عن التناقض"[22]

OPEN ACCESS
CC BY

" اور ہمارے لیے دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: {وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ}، جہاں اللہ تعالیٰ نے قذف لگانے والے کی گواہی کو ہمیشہ کے لیے قبول کرنے سے منع فرمایا، اور یہ ممانعت توبہ کے بعد کے زمانے کو بھی شامل ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ حدِ قذف پانے والا عام گواہی کے عمومات سے مستثنیٰ ہے، تمام نصوص پر عمل کرتے ہوئے اور انہیں تناقض سے محفوظ رکھنے کی خاطر (یہ استثناء کرنا پڑتا ہے)"

درج بالا مثال میں واضح طور پر نظر آتا ہے کہ کس طرح ایک فقہی اُصول اور قاعدہ کے ثبوت اور دلیل کے طور پر علامہ کاسانیؒ نے قرآنی آیت کا حوالہ دیا ہے اور پھر آیت حد قذف اور آیات قبول شہادت کے مابین تطبیق دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ آیات قبولِ شہادت میں ذکر کردہ حکم محدود فی القذف کو شامل نہیں ہے۔

بسا اوقات کسی فقہی اُصول اور قاعدہ کی دلیل کے طور پر اہل لغت کے استعمال کا حوالہ بھی دیتے ہیں، جیسا کہ فقہی اُصول "العرصة مع البناء بمنزلة شيء واحد" کی وضاحت اور دلیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"اسم الدار لا يتناول البناء بطريق الأصالة بل بطريق التبعية؛ إذ الدار اسم للعرصة في اللغة، والبناء فيها تبع بدليل أنها تسمى دارا بعد زوال البناء، فكان دخول البناء في الوصية بالدار من طريق التبعية"[23]

" "دار" کا لفظ عمارت کو اصالۃً شامل نہیں ہوتا، بلکہ عمارت اس میں تابع ہوتی ہے؛ کیونکہ 'دار' لغت میں خالی زمین کے لیے استعمال ہوتا ہے، اور عمارت اس میں تابع ہوتی ہے، اس بات کی دلیل یہ ہے کہ جب عمارت ختم ہو جائے تو بھی اس جگہ کو 'دار' کہا جاتا ہے۔ اس لیے جب وصیت میں دار کا ذکر کیا جائے، تو عمارت اس میں تابع طور پر شامل ہوتی ہے "

بسا اوقات قاعدہ کی دلیل کے طور پر دیگر فقہی جزئیات کا حوالہ دے دیتے ہیں، تاکہ اس کی روشنی میں یہ ثابت کیا جاسکے کہ یہ اصول صرف زیر بحث مسئلہ میں مؤثر نہیں، بلکہ اس کے علاوہ دیگر فقہی جزئیات میں بھی کار فرما ہے، جیسا کہ خارجی وجود رکھنے والی چیزوں میں شرکت کے عیب ہونے کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"الشركة في الأعيان عيب؛ لأن نصف العين لا يشترى بالثمن الذي يشترى به لو لم يكن مشتركا"[24]

" اشیاء میں شراکت ایک عیب ہے؛ کیونکہ کسی چیز کا نصف اس قیمت پر نہیں خریدا جاتا جس پر وہ مکمل طور پر خریدا جاتا اگر وہ مشترک نہ ہوتی "

ایک مقام پر فقہی اُصول " كل ما جازت فيه المفاضلة جاز فيه المجازفة، وما لا فلا" کی وضاحت کرتے ہوئے یہ دلیل پیش فرمائی ہے کہ جہاں ربا کا تحقق ہو سکتا ہے، وہاں اندازے سے لین دین درست اور جائز نہیں ہوتا، چنانچہ لکھتے ہیں کہ

"والأصل فيه أن كل ما جازت فيه المفاضلة جاز فيه المجازفة، وما لا فلا؛ لأن التماثل والخلو عن الربا فيما يجري فيه الربا لما كان شرط الصحة فلا يعلم تحقيق المماثلة بالمجازفة"[25]

" اصول یہ ہے کہ ہر وہ چیز جس میں کمی بیشی جائز ہو، اس میں اندازہ لگا کر لین دین بھی جائز ہے، اور جس میں کمی بیشی جائز نہ ہو، اس میں ایسا کرنا بھی جائز نہیں۔ کیونکہ جن معاملات میں سود کا احتمال ہوتا ہے، ان میں صحتِ معاملہ کے لیے برابری اور سود سے پاک ہونا شرط ہے، اور اندازے کے ساتھ برابری کو یقینی نہیں بنایا جا سکتا "

د۔فقہی اُصول وقواعد سے استثنائی صورتوں کا بیان:

علامہ کاسانیؒ فقہی اصول ذکر کرتے وقت بسا اوقات استثنائی صورتوں کی بھی وضاحت فرما دیتے ہیں، جیسے محدود فی القذف کی گواہی سے متعلق مشہور اصول "المحدود في القذف لا شهادة له" سے متعلق لکھتے ہیں کہ دینی معاملات اس اصول سے مستثنیٰ ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں کہ

"فحكم المحدود وغيره سواء في سائر الأحكام من الشهادة وغيرها، إلا المحدود في القذف خاصة في أداء الشهادة، فإنه تبطل شهادته على التأبيد، حتى لا تقبل، وإن تاب إلا في الديانات عندنا"[26]

" پس حد لگنے والے اور حد نہ لگنے والے تمام احکام میں برابر ہیں، جیسے گواہی اور دیگر امور میں، سوائے حدِ قذف یافتہ کے، خاص طور پر گواہی کے معاملے میں، کیونکہ اس کی گواہی ہمیشہ کے لیے باطل ہو جاتی ہے اور کبھی قبول نہیں کی جاتی، چاہے وہ توبہ ہی کر لے، البتہ ہمارے نزدیک دیانات میں اس کی گواہی قبول کی جائے گی "

اسی طرح فقہائے کرامؒ نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی پر زنا کا الزام لگایا، اور بیوی نے شوہر پر زنا کا الزام لگایا تو ایسی صورت میں پہلے عورت کو حد قذف لگائی جائے گی، اور مرد سے حد ساقط ہو جائے گی۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ عورت اگر شوہر پر تہمت لگائے تو عورت پر حد قذف واجب ہوتی ہے اور مرد اپنی بیوی پر تہمت لگائے تو اس پر لعان واجب ہوتا ہے۔

CC BY

یہاں عورت کو جب حد قذف لگائی گئی تو اب لعان کی اہلیت اُس میں نہیں رہی، کیونکہ لعان چار مرتبہ شہادت دینے کا نام ہے، اور محدود فی القذف میں شہادت کی اہلیت ہی موجود نہیں ہوتی، اس لیے مرد پر لعان واجب نہیں ہوگا، اور حد قذف بھی جاری نہیں کی جاسکتی، کیونکہ مرد اپنی بیوی پر تہمت لگائے تو لعان واجب ہوتا ہے، نہ کہ حد قذف۔ باقی عورت پر پہلے حد قذف جاری کرنے میں حکمت یہ ہے کہ مرد سے حد ساقط ہو جائے گی، اور حدود کے بارے میں اصول یہ ہے کہ انہیں ساقط کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

علامہ کاسانیؒ نے اس مسئلے پر تفصیلی گفتگو کے بعد مرد پر لعان واجب نہ ہونے پر درج بالا فقہی اصل کا حوالہ دیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں کہ

"ولو قال لامرأته: يا زانية، فقالت لا، بل أنت – حدت المرأة حد القذف، ولا لعان على الرجل؛ لأن كل واحد من الزوجين قذف صاحبه، وقذف المرأة يوجب حد القذف، وقذف الزوج امرأته يوجب اللعان، وكل واحد منهما حد. وفي البداية بحد المرأة إسقاط الحد عن الرجل؛ لأن اللعان شهادات مؤكدة بالأيمان، والمحدود في القذف لا شهادة له"[27]

" اور اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے: 'اے زانیہ!' اور وہ جواب میں کہے: "نہیں، بلکہ تم زانی ہو'، تو عورت پر حدِ قذف جاری کی جائے گی، مگر مرد پر لعان نہیں ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک نے دوسرے پر قذف کیا ہے، اور عورت کا قذف کرنا حدِ قذف کو واجب کرتا ہے، جبکہ شوہر کا اپنی بیوی پر قذف کرنا لعان کو لازم کرتا ہے، اور دونوں پر ایک حد لاگو ہوتی ہے۔ عورت پر حد کو مقدم کرنے سے مرد پر حد ساقط ہو جائے گی، کیونکہ لعان ایسی شہادتیں ہیں جو قسموں کے ذریعے مؤکد کی جاتی ہیں، اور حدِ قذف لگنے والے شخص کی کوئی گواہی کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا"

نتائج بحث

"بدائع الصنائع" میں موجود فقہی اُصول اور قواعد کے تحقیقی اور تجزیاتی مطالعہ کرنے سے مقالہ نگار کو جن نتائج تک رسائی حاصل ہوئی ہے، ذیل میں نکات کی صورت میں پیش کی جاتی ہے کہ

- امام ابو بکر بن مسعود الکاسانیؒ چھٹی صدی ہجری کے ان جلیل القدر فقہائے احناف میں سے ہیں جنہوں نے تدریس و افتاء کے ساتھ ساتھ علمی تصنیف کے میدان میں بھی نہایت گراں قدر خدمات انجام دیں، اور علمی دنیا میں ایک مستقل مقام حاصل کیا۔
- آپؒ کے علمی تبحر، فقہی بصیرت اور گہرائی کا اعتراف نہ صرف حنفی مکتبہ فکر کے اہل علم نے کیا بلکہ دیگر فقہی مذاہب کے جید علماء نے بھی آپؒ کی علمی رفعت کا اقرار کیا، جس سے آپؒ کی جامعیت اور علم کی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے۔
- یہ کتاب اپنی فقہی ترتیب، استدلالی انداز اور اسلوبِ نگارش کے لحاظ سے آج بھی اپنی نظیر آپ ہے، جس کی وجہ سے یہ فقہ اسلامی کے ذخیرے میں ایک منفرد مقام رکھتی ہے۔
- اگرچہ "بدائع الصنائع" کا ابتدائی محرک امام علاء الدین سمرقندیؒ کی "تحفۃ الفقہاء" کی شرح تھا، تاہم علامہ کاسانیؒ نے اس قدر اختراعی اسلوب اختیار کیا کہ یہ کتاب محض ایک شرح نہ رہی بلکہ ایک جامع اور مستقل فقہی تصنیف کے قالب میں ڈھل گئی۔
- علامہ کاسانیؒ نے مسائل کی تشریح و توضیح میں فقہی اُصول اور قواعد سے خوب مدد لی ہے، جس سے فقہی مسائل سمجھنے میں اس فن کی اہمیت اور ضرورت واضح ہوتی ہے۔
- فقہی اُصول و قواعد کا حوالہ دینے میں علامہ کاسانیؒ کا عمومی اسلوب یہ ہے کہ مسئلہ ذکر کرنے کے بعد دلیل کے طور پر فقہی اُصول کا حوالہ دیتے ہیں، البتہ بسا اوقات کسی مناسبت سے اُصول پہلے ذکر کر کے بعد میں اس کی تفریعات ذکر کی جاتی ہیں۔

آپؒ کے ہاں عام طور پر فقہی اُصول اور قواعد کے مأخذ کو بیان کرنے کا اہتمام نظر نہیں آتا، البتہ بعض مقامات پر وہ فقہی اصل اور قاعدہ کی دلیل بھی واضح کرتے ہیں، جو آیت قرآنیہ، حدیث نبوی یا قیاس کی صورت میں ہوتی ہے۔

---

[1] ۔ ابن قطلوبغا، ابو الفداء زین الدین قاسم بن قطلوبغا السودونی الحنفی، متوفی: 879ھ، تاج التراجم، ت: محمد خیر رمضان یوسف، ناشر: دار القلم دمشق، طبع اول: 1413ھ/ 1992ء، ص: 327؛ لکھنوی، ابو الحسنات محمد عبد الحی، متوفی: 1304ھ، الفوائد البهية في تراجم الحنفية، ت: بدر الدین الحلبی، ناشر: مطبعۃ السعادۃ، مصر، طبع اول: 1324ھ، ص: 53۔

[2] ۔ حموی، شہاب الدین ابو عبد اللہ یاقوت بن عبد اللہ الرومی الحموی، متوفی: 626ھ، معجم البلدان، ناشر: دار صادر، بیروت، طبع دوم: 1995ء، یاقوت حموی، معجم البلدان،: 4/ 295۔

cc BY

[3] ۔ابن عدیم، کمال الدین عمر بن أحمد بن ہبۃ اللہ العقیلی الحلبی، متوفی:660ھ،بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب،ت:مہدی عید الرواضیہ،ناشر:مؤسسۃ الفرقان،لندن، انگلینڈ، طبع اول:1438ھ/2016ء۔:10 / 92۔

[4] -ابن عدیم، بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب:10 / 4347.

[5] -عبد القادر القرشی،الجواھر المضیۃ، ت: حلو: 26/4.

[6] -کاسانی، ابو بکر بن مسعود علاء الدین الکاسانی الحنفی، المتوفی:587ھ، "بدائع الصنائع في ترتیب الشرائع"، ناشر: دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع اول:1327- 1328ھ، جلد:1، ص:2۔

[7] -کاسانی، "بدائع الصنائع في ترتیب الشرائع"، جلد:1، ص:2۔

[8] - ابن فارس، احمد بن فارس بن زکریا ابو الحسین القزوینی الرازی، م:395ھ، "معجم مقاییس اللغۃ" ج:عبد السلام محمد ہارون، ناشر: دار الفکر، طبع:1399ھ / 1979ء: **1/ 109**.

[9] -ابن منظور، محمد بن مکرم بن علی ابو الفضل الانصاری الافریقی، م:711ھ، "لسان العرب" ناشر: دار صادر، بیروت، طبع سوم:1414ھ۔: **11/ 16**.

[10] -البقرۃ:2 : 127

[11] -النور:24: 60۔

[12] - سبکی، تاج الدین عبد الوہاب بن علی بن عبد الکافی السبکی، م:771ھ، "الأشباہ والنظائر" ت: عادل احمد، علی محمد معوض، ناشر: دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع اول: 1411ھ/1991ء جلد:1، ص:11۔

[13] -جرجانی، علی بن محمد بن علی الزین الشریف الجرجانی، م:816ھ، "التعریفات" ناشر: دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، طبع اول:1403ھ/1983ء، ص:171۔

[14] - تفتازانی، سعد الدین مسعود بن عمر التفتازانی، م:792ھ، "التلویح علی التوضیح"، ناشر: مطبعہ محمد علی صبیح، مصر، طبع اول:1377ھ/1957ء، جلد:1، ص:34۔

[15] - حموی، احمد بن محمد مکی ابو العباس الحسینی الحموی الحنفی، م:1098ھ، "غمز عیون البصائر في شرح الأشباہ والنظائر"، ناشر: دار الکتب العلمیہ، طبع اول: 1405ھ/1985ء، ج:1، ص:51۔

[16]-کاسانی، بدائع الصنائع،:7: 20۔

[17]-کاسانی، بدائع الصنائع،:7: 18۔

[18] -کاسانی، بدائع الصنائع،:5: 294۔

[19]-کاسانی، بدائع الصنائع،: 7: 20۔

[20]-کاسانی، بدائع الصنائع،:7: 18۔

[21]-[النور:4]

CC BY

[22]-کاسانی، بدائع الصنائع،:6: 271۔

[23]-کاسانی، بدائع الصنائع،:7: 384۔

[24]-کاسانی، بدائع الصنائع،:5: 284۔

[25]-کاسانی، بدائع الصنائع،:5: 193۔

[26]-کاسانی، بدائع الصنائع،:7: 63۔

[27]-کاسانی، بدائع الصنائع،:7: 43۔